سیرت سید احمد شہیدؒ

سید ابوالحسن علی ندوی

سیرت سید احمد شہیدؒ

یعنی

حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلوی اور آپ کے رفقاء کے
سوانح حیات اور ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک جہاد و
تنظیم، اصلاح و تجدید و احیاء خلافت کی تاریخ

(از)

سید ابو الحسن علی ندوی

باہتمام

خاکسار بانکے لال سکسینہ (مہتمم مطبع)

نامی پریس لکھنؤ میں چھپکر شائع ہوئی

قیمت مجلد　　مارچ سنہ ۱۹۳۹ء　　عہ۸ر

تصنیف اور سید صاحب کے ابتدائی حالات میں (حج سے واپسی تک) سب سے بڑا ماخذ ہے، مولوی صاحب مرحوم سید صاحب سے عمر میں بڑے اکثر واقعات کے چشم دید گواہ اور بہت سے سفروں میں رفیق تھے، سید صاحب کو آپ سے بڑی خصوصیت تھی، نواب محمد علی خاں کے عہد میں یہ کتاب لکھی گئی، اب نایاب ہے ندوۃ العلماء کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

سوانح احمدی تواریخ عجیب (اردو) پہلی کتاب سید صاحب کے حالات میں سب سے مکمل اور مقبول و مشہور کتاب ہے جس سے سید صاحب کے حالات کی بہت اشاعت ہوئی، مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری اسیر پورٹ بلیر و متہم مقدمہ سازش کی تصنیف ہے آپ سید صاحب کے خلفاء سے بیعت اور سید صاحب کے نہایت اچھے اور پرجوش معتقد تھے جس زمانہ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے اس وقت اس سے زیادہ تصریح شائد خطرہ سے خالی نہ تھی، اور اُس وقت اس کی اشاعت ہی ایک خطرناک کام تھا، عام حالات و واقعات میں زیادہ تر یہی کتاب ماخذ ہے۔

دوسری کتاب (تواریخ عجیب) مصنف کی آپ بیتی ۱۸۶۴ء مشہور مقدمہ سازش انبالہ جیل اور کالے پانی کی سرگزشت اور مصائب و استقامت کی نہایت عبرتناک اور مؤثر داستان ہے، اس کا دوسرا نام کالا پانی ہے"۔

حاضر مبلغی الھند دغا بر جم: مولانا مسعود عالم صاحب ندوی مدیر "الضیا" کا

درد کی یہ رباعی سید صاحبؒ کے اشتیاق میں پڑھا کرتے تھے۔

اتنا پیغام درد کا کہنا　　جب صبا کوئے یار سے گزرے
کون سی رات آپ آئیں گے　　دن بہت انتظار میں گزرے

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری (مصنف سوانح احمدی و تواریخ عجیبہ) جو سید صاحب کے بہت بڑے تذکرہ نگار اور واقف حال تھے، والد مرحوم مولانا عبدالحی صاحبؒ کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

میں بتوسل خاندان پٹنہ کے جناب سیدنا کے حضور میں انتساب بیعت رکھتا ہوں، مگر براہ راست بھی مجھ کو ایک مرتبہ پھانسی گھر میں جس کا ذکر صفحہ ۲۶ کے آخری پارہ (تواریخ عجیبہ) میں درج ہے اور ایک مرتبہ بوقت رہائی سنہ ۱۳۰۰ھ میں پیام وسلام پہونچنے کا فخر حاصل ہوا ہے اور مجھ کو حضرت مرشدنا کی حیات وظہور کا ایسا یقین ہے جیسے اپنی موت کا، مولوی حیدر علی صاحب اور ان کے فرزند کو سنہ ۱۳۰۲ھ میں زیارت کا فخر حاصل ہوا، مولوی حیدر علی صاحب تو بعد حصول قدمبوسی چند ماہ بعد انتقال کر گئے اور ان کے فرزند زندہ موجود ہیں"۔

یہ ۶ر فروری سنہ ۹۲ء کا خط ہے ارمغان احباب میں والد مرحوم نے بسند صحیح (۱)

(۱) والدؒ مولانا محمود حسن صاحب اور حافظ احمد صاحب و مولوی حبیب الرحمن صاحب سے اور وہ مولانا رشید احمد صاحب سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت سید صاحبؒ سے دس باتیں سنی تھیں، جنمیں سے نو پوری ہو چکیں ایک باقی ہے، یعنی آپ کی غیبوبت وظہور۔

والد مرحوم نے حضرات دیوبند کے استفسار پر اپنی یہ رائے ظاہر کی جس سے ان حضرات نے بھی اتفاق کیا کہ اُس میں تو کوئی شک نہیں کہ سید صاحب نے اس قسم کی پیشین گوئیاں بیان فرمائی ہیں لیکن وقوع میں اب تک اشتباہ ہے۔ (دار مغان احباب)

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری، سوانح احمدی میں جو اس خط کے بعد کی تصنیف ہے لکھتے ہیں:-

"ایسی بھی بہت روایتیں ہیں کہ اس واقعہ بالاکوٹ کے بعد متعدد لوگوں نے سید صاحبؒ اور ان کے رفیقوں کو دیکھا، اس میں شک نہیں کہ آپ کی شہادت اور غیبوبت میں روزاول سے اختلاف ہے مگر اب بسبب بُعد زمانہ کے جو ساٹھ برس سے بھی زیادہ ہو گئے، خیال غیبوبت خود بخود لوگوں کے دلوں سے محو ہوتا جاتا ہے، سید صاحبؒ کی چھوٹی بیوی صاحبہ جن سے قبل از معرکۂ بالاکوٹ سید صاحبؒ نے اپنی غیبوبت کی پیشین گوئی کی تھی اور سید صاحبؒ کے اکثر اقرباء اور اہل قافلہ آپ کی غیبوبت کے قائل تھے مگر پنجاب اور ہندستان کے اکثر آدمی پلۂ شہادت کو غلبہ دیتے ہیں۔"

اب تو یہ مسئلہ اختلافی ہو ہی نہیں سکتا، اسوقت بھی ظاہر یہی تھا کہ حضرتؒ کی شہادت

ہوگئی ہے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایات کی بنا، پر، یا گرتے ہوئے دلوں کو
تھامنے کے لئے، یا بعض حلقوں میں جوش عقیدت میں کچھ دنوں تک یہ خیال قائم
رہا، مگر بُعد زمانہ سے کمزور پڑتا گیا، مولوی محمد جعفر صاحب جیسے عاشق صادق جنکو
اپنی موت کی طرح سید صاحبؒ کی حیات کا یقین تھا، اپنی آخری تصنیف میں
یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ "بسبب بُعد زمانہ کے یہ خیال خود بخود لوگوں کے دلوں سے
محو ہوتا جاتا ہے اور پنجاب وہندوستان کے اکثر آدمی پلۂ شہادت کو غلبہ دیتے ہیں"

فوری امداد کی سخت ضرورت ہے، سرحد پر فوجیں دوچند کر دی گئیں لیکن متوقع خطرہ پیش نہ آیا، مگر انگریزی فوجیں مخالف کے قلب تک نہ پہونچ سکیں اور پنجاب گورنمنٹ کو افسوس رہا کہ یہ مہم ختم ہو گئی اور ہندوستان کے مذہبی مجنون نہ تو نکالے جا سکے اور نہ ہم انھیں مطیع کر کے ان کے گھروں کو ہندوستان واپس کر سکے"(۱)

مقدمہ سازش ۱۸۶۴ء

حکومت کو اپنی متعدد شکستوں، زیر باری اور بدنامی سے سخت جھنجھلاہٹ تھی، اس نے اپنا یہ غصہ ہندوستان کے اُن رؤسا و شرفاء پر اُتارا، جن کا کچھ بھی تعلق سرحد کے مرکز یا اس تحریک سے ثابت ہوا اور ان سے انتقام کے جوش میں قانون بالائے طاق رکھ دیا، ۱۸۶۴ء میں اس نے آٹھ آدمیوں مولوی محمد جعفر صاحبؒ تھانیسری رئیس تھانیسر، مولانا یحییٰ علی صاحبؒ عظیم آبادی، مولانا عبدالرحیم صاحبؒ عظیم آبادی، محمد شفیع سوداگر و رئیس لاہور ان کے بعض کارندوں قاضی میاں جان، اور بعد میں مولانا احمد اللہ صاحب رئیس پٹنہ عظیم آباد پر سازش کا مقدمہ چلایا اور ان کو پھانسی کی سزا دی، پھر ایک عجیب و غریب نکتہ سے پھانسی کی سزا منسوخ کر کے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی کتاب "تواریخ عجیب" یا "کالا پانی" کے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن سے حکومت کا غصہ اور ان حضرات کی استقامت معلوم ہوگی۔

(۱) انڈین مسلمانز از ڈاکٹر ہنٹر

منڈی بھیڑ سا بنا دیا، اس وقت میں نے دیکھا کہ مولوی یحییٰ علی صاحب اپنی داڑھی کے کترے ہوئے بالوں کو اٹھا اٹھا کر کہتے تھے کہ افسوس نہ کر تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اس کے واسطے کتری گئی"۔

۱۸۶۵ء میں یہ لوگ پورٹ بلیر انڈمان بھیجے گئے، ان لوگوں کے جانے کے بعد صادق پور پٹنہ کے وہ مکانات جن میں جماعت کے لوگ ٹھہرتے تھے مع مکانات مسکونہ کھدواکر پھنکوا دئے گئے، ۱۸۷۲ء کے اخیر تک بہار اور بنگال میں گرفتاری کا سلسلہ جاری رہا، پٹنہ میں امیر خاں سوداگر چرم اور مولوی تبارک علی وغیرہ، پنبہ میں مولوی امیرالدین صاحب اور اسلام پور میں ایک معمر و ضعیف شخص ابراہیم منڈل کو گرفتار کیا گیا اور پرانے گواہوں سے گواہی دلواکر کالے پانی روانہ کر دیا گیا، امیر خاں کی جائداد سے حکومت نے مقدمہ کا کل خرچ پورا کیا۔ پورٹ بلیر میں مولانا احمد اللہ صاحبؒ اور مولانا یحییٰ علی صاحبؒ نے انتقال فرمایا۔

۱۸۸۳ء میں اٹھارہ برس کے بعد مولوی محمد جعفر صاحب اور ان کے رفقاء کی رہائی کے احکام جاری ہوئے اور یہ حضرات ہندوستان واپس آئے، مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے صادق پور کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ انھیں کے الفاظ میں سننے کے قابل ہے

"صادق پور گیا تو وہاں دیکھا کہ ہم لوگوں کے مکانات کُل منہدم کر کے کف دست میدان بنا دیا گیا ہے اور اس پر بازار اور میونسپلٹی کے مکانات بنا دئے گئے ہیں، میں نے چاہا کہ اپنے خاندانی مقبرہ کو کہ جہاں چودہ پشت سے ہمارے آباؤ اجداد دفن ہوتے چلے آئے تھے جا کر دیکھوں اور خصوصاً اپنے والدین یا جدین غفراللہ لہما کے